

OPEN ACCESS**RUSHAD**

(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)

Published by: Lahore Insitute for Social Scinces, Lahore.

ISSN (Print): 2411-9482

ISSN (Online): 2414-3138

Jan-June-2021

Vol: 2, Issue: 1

Email: journalrushd@gmail.comOJS: <https://rushdjournal.com/index>ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی¹

دلالت کی اقسام اور امام بخاری رحمہ اللہ

Abstract

The accordance of Holy Quran and Hadith with the will of Allah is of two types, sometimes word-related and sometimes meaning related. Majority of Theorists rightly call the first as textual and the second as substantive. This thesis presents a few traditions of the Holy Prophets from Sehih-al-Bukhari to portray that imam Bukhari followed some certain rules in Abwab-ul-Trajum (Rules of Deriving meanings) of his book. It depicts that Imam Bukhari acknowledged these logical principles despite that those principles were not yet defined in books.

دلالت اقتضاء

’اقتضاء‘ لغوی اعتبار سے ’طلب کرنے‘ کے معنی میں مستعمل ہے۔ اصطلاح میں اقتضاء کی تعریف یہ ہے:

"هي دلالة اللفظ علي مسكوت يتوقف صدق الكلام وصحته واستقامته عليه،

أى على تقديره في الكلام"²

”اقتضاء النص کلام کی اپنے ایسے محذوف لفظ پر دلالت کو کہتے ہیں کہ جس پر اسی کلام کی صداقت،

صحت اور درستی موقوف ہو، یعنی اس کلام میں ایسا لفظ مقدر ماننا ہو گا جس سے وہ کلام درست ہو

¹ پرنسپل لاہور انسٹیٹیوٹ فار سوشل سائنسز، لاہور۔

² محلاوي، محمد عبد الرحمن، تسهيل الوصول إلى علم الأصول، (مصر: مطبعة مصطفى البابي الحلبي، 1341ھ): 105۔

جائے۔“

علامہ آمدی رحمہ اللہ (متوفی 631ھ) فرماتے ہیں:

”کلام میں مدلول کا مخفی اور مقدر ہونا دلالتِ اقتضاء کہلاتا ہے۔“³

مقتضیٰ کی اقسام

مقتضیٰ کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

1- جس پر صدق کلام موقوف ہو

1- صدق کلام کے لئے ضروری ہے کہ اسے مقدر واجب مانا جائے اور اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو کلام جھوٹ پر

مبنی نظر آئے گا اور حقیقت کے خلاف واقع ہو گا۔ اس کی مثال یہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

”إن الله تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان وما اسكرهوا عليه“⁴

ظاہر کلام بتاتا ہے کہ امت سے ہر قسم کی خطا اور نسیان ختم کر دی گئی ہے اور یہ دونوں واقع نہیں ہوں گے جبکہ

حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ تینوں چیزیں امت میں وقوع پذیر ہو رہی ہیں۔ امت معصوم ہے اور

رسول ﷺ جو بتاتے ہیں، وہ سچ ہے، لہذا لازمی طور کسی مخدوف کو مقدر ماننا پڑے گا۔ پس یہاں لفظ ”الإثم“ کو

مقدر مانا جائے گا۔

2- جس پر شرعاً صحت کلام موقوف ہو

اسے مقدر مانے بغیر شرعی طور پر کلام کی درستی ممکن نہ ہو جیسے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ

فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾⁵ بظاہر تو یہ نظر آتا ہے کہ چاہے مریض یا مسافر نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں،

وہ دوسرے دنوں سے گنتی پوری کریں گے لہذا تقدیراً عبارت یوں ہوگی: ”أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَافْطِرْ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ“

³ الامدي، علي بن محمد، الإحكام في أصول الأحكام، (بيروت: دار الكتب العربي، 1404هـ)، 2:3۔

⁴ ابن حبان، أبو حاتم محمد البستي، صحيح ابن حبان: كتاب أخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة، باب ذكر الأخبار...، (بيروت: الناشر مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، 1988ء)، رقم: 7219۔

⁵ سورة البقرة، 2: 184۔

3۔ جس پر عقلاً صحت کلام موقوف ہو

عقلی طور پر کلام کی درستی کیلئے اس کو مقدر تسلیم کرنا واجب ہے جیسے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾⁶ عقل کی رو سے تحریم کی اضافت ذاتِ اُمہات کی طرف ممنوع ہے، پس یہاں اضمار ضروری ہے اور وہ ہے: "الوطء" یعنی: "حرم علیکم وطء اُمہاتکم"۔

دلالت اقتضاء کی مثال

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ﴾⁷

”تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں حرام کی گئی ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حرمت کی نسبت ماؤں اور بیٹیوں کی طرف کی ہے حالانکہ حرمت کا تعلق ذات کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ ذات کے فعل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے یہاں لفظ 'نکاح' مقدر ہے۔⁸ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: ((رفع القلم عن ثلاث، عن الصبی حتى یبلغ، وعن النائم حتى یستيقظ وعن المجنون حتى یفیک))⁹

”تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے: بچہ جب تک وہ بالغ نہ ہو، سویا ہوا شخص جب تک بیدار نہ ہو اور دیوانہ جب تک اسے مرض سے افاقہ نہ ہو جائے۔“

دلالت اشارہ

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان دلالت اشارہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هي دلالة اللفظ على معنى غير مقصود من سياقه، لا أصالة ولا تبعاً ولكنه لازم للمعنى الذي سيق الكلام من أجله"¹⁰

”یعنی لفظ کی ایسے معنی پر دلالت جو اس کلام کے لانے سے نہ اصلاً مقصود ہونہ ضمناً اور نہ تبعاً، لیکن

⁶ سورة النساء، 4: 23۔

⁷ سورة النساء، 4: 23۔

⁸ الزیدان، عبد الکریم، الدكتور، جامع الأصول اردو ترجمہ الوجیز فی أصول الفقه، (لاہور: مطبع مجتہانی، س ن) 106۔

⁹ الطحاوی، أحمد بن محمد بن سلامة، شرح مشکل الآثار: باب بیان مشکل ما روي عن رسول الله، (بیروت: مؤسسة الرسالة، 1982ء)، رقم: 3358۔

¹⁰ الزیدان، عبد الکریم، الدكتور، الوجیز فی أصول الفقه، (بیروت: مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، 2009ء) 282۔

وہ اس معنی کو لازم ہو، جس کیلئے کلام لایا گیا ہے۔“

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (متوفی 1834 م) فرماتے ہیں:

"حيث لا يكون مقصوداً للمتكلم" ¹¹

”یعنی جو عبارت میں مقصود متکلم نہ ہو۔“

مندجہ بالا تعریفات سے ظاہر ہوا کہ دلالت اشارہ سے مراد لفظ کی اپنے ان معنی پر دلالت ہے، جو اس کلام سے اصلاً اور تبعاً مقصود نہیں ہیں، لیکن وہ ان مقصود معنی کے لیے لازم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

دلالت اشارہ کی مثالیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ﴾ ¹²

”(مالِ فِ) ان مہاجر مسکینوں کیلئے ہے، جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں۔“

اس آیت کے الفاظ اس مفہوم پر دلالت کرتے ہیں کہ جو مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تھے، ان کا فِ کے مال میں حصہ ہے۔ یہ معنی نص ہے اور یہ اس آیت کے وارد ہونے کا مقصود اصلی ہے۔ دلالت اشارہ سے معلوم ہوا کہ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین کی جو جائیدادیں ان کے سابقہ وطن مکہ میں تھیں اور جن پر کفار مکہ نے قبضہ کر لیا تھا، اب وہ ان کی ملکیت سے نکل چکی ہیں، کیونکہ اس آیت میں مہاجرین کے لیے لفظ "الفقراء" استعمال ہوا ہے۔ "فقر" حقیقت میں کسی مال کی عدم ملکیت کا نام ہے، مال سے محض دوری کو فقر نہیں کہا جاتا۔ فقر کی ضد غنی ہے اور اس کا معنی مال کی ملکیت کا ہونا ہے۔ صرف مال کا قرب کسی آدمی کو غنی نہیں کرتا۔ اس لیے مسافر حقیقت میں غنی ہے اگرچہ وہ اپنے مال و جائیداد سے دور ہوتا ہے لیکن مال پر اس کی ملکیت ثابت ہوتی ہے۔ مسافر فقیر نہیں ہوتا لہذا اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

اس آیت میں لایا گیا لفظ "الفقراء" اشارۃً یہ معنی دیتا ہے کہ مہاجرین جن جائیدادوں کو مکہ میں چھوڑ آئے ہیں وہ ان کی ملکیت سے خارج ہو چکی ہیں۔ اگر مہاجرین کو مکہ میں چھوڑی ہوئی جائیدادوں کا بدستور مالک تصور کیا جائے تو پھر مہاجرین کا فقر ثابت نہیں ہوتا جبکہ قرآن مجید نے انہیں "فقراء" کہا ہے۔

¹¹ الشوکانی، محمد بن علی، إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول، (بيروت: دار الكتب العربي، 1999ء)، 2: 37۔

¹² سورة الحشر، 59: 8۔

دلالت اشارہ کی اقسام

دلالت اشارہ کی درج ذیل دو اقسام ہیں: 1- اشارہ ظاہرہ 2- اشارہ خفیہ

1- اشارہ ظاہرہ

یعنی جس سے نص کے التزامی معنی معمولی غور و فکر سے سمجھ میں آجائیں۔ اس کی مثال اوپر گزر چکی ہے۔

2- اشارہ خفیہ

دلالت اشارہ کی اس قسم میں معنی و مفہوم معلوم کرنے کے لیے غور و فکر اور دقت نظر کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ دلالت کی اس صورت میں اشارہ خفیہ اور دقیق ہوتا ہے۔ اس کو سمجھنے اور معلوم کرنے میں مجتہدین کے درمیان اختلاف ہو سکتا ہے۔ نص کے اشارہ خفیہ سے ایک مجتہد وہ معنی معلوم کر سکتا ہے جس کا دوسرا مجتہد ادراک نہ کر سکتا ہو۔¹³ اشارہ خفیہ کی مثال یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَ

فِضْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾¹⁴

”اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا۔ اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔“

اشارہ خفیہ کی دوسری مثال یہ آیت کریمہ ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِضْلُهُ فِي عَامَيْنِ﴾

15

”ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے۔“

¹³ علم اصول فقہ ایک تعارف، 2: 305۔

¹⁴ سورة الأحقاف، 46: 15۔

¹⁵ سورة لقمان، 31: 14۔

مذکورہ بالا دونوں آیتیں بطور نص جن معانی پر دلالت کرتی ہیں، وہ یہ ہیں:

1- والدین کے بارے حسن سلوک کی وصیت

اس بناء پر ماں کی فضیلت جو وہ حمل اور رضاعت کے دنوں میں بچے کے لیے الم و مشقت برداشت کرتی ہے۔ یہ آیات انہی معانی و مفاہیم کے لیے لائی گئی ہیں۔ ان دونوں آیات سے اشارتاً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ ان آیات کا یہ معنی گہرے غور اور باریک بینی کا نتیجہ ہے۔ اکثر صحابہ کرام سے ان آیات کا یہ معنی مخفی رہا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یہ معنی جان گئے تھے۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت سے شادی کی اور شادی کے صرف چھ ماہ بعد اس عورت نے ایک بچے کو جنم دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا تو انہوں نے عورت کو رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر حضرت علی یا حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَحَبْلُهُ وَفِضْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾¹⁶ ”یعنی حمل اور دودھ چھڑانے کی کل مدت تیس ماہ ہے۔“

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَفِضْلُهُ فِي عَامَيْنِ﴾¹⁷ دودھ چھڑانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس ماہ بیان کی گئی ہے۔ اگر حمل اور دودھ چھڑانے کی کل مدت میں سے جو تیس ماہ بنتی ہے، دودھ چھڑانے کی مدت یعنی چوبیس ماہ نکال دیں تو باقی حمل کی مدت چھ ماہ رہ جاتی ہے۔ لہذا حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عورت پر حد جاری نہ کی اور اسے بری کر دیا۔¹⁸

دلالت تنبیہ و ایماہ

نص کا علت کی طرف اس طرح اشارہ کرنا کہ حکم اور وصف باہم ملے ہوئے ہوں اور اگر وصف کو علت نہ مانا جائے تو کلام ناقص ٹھہرے، دلالت تنبیہ و ایماہ کہلاتا ہے۔ بالفاظ دیگر جو دلالت صریح الفاظ کی بجائے بطریق التزام حاصل ہوتی ہے، اسے ”تنبیہ و ایماہ“ کہا جاتا ہے۔ یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب علت لفظ کی بجائے معنی

¹⁶ سورة الأحقاف، 46: 15۔

¹⁷ سورة لقمان، 31: 14۔

¹⁸ عرفان خالد، ڈھلون، ڈاکٹر، علم اصول فقہ ایک تعارف، (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، 2006ء)، 2: 306۔

کے پہلو سے سمجھ آئے تو اسے 'دلالت تنبیہ وایماء' کہا جاتا ہے۔

امام زرکشی رحمہ اللہ (متوفی 1392 م) البحر المحیط میں فرماتے ہیں:

"الإيماء والتنبيه وهو يدل على العلة بالالتزام"¹⁹

"دلالت ایماء و تنبیہ سے مراد وہ دلالت ہے جو علت پر بطریق التزام دلالت کرے۔"

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ (متوفی 1973 م) فرماتے ہیں:

"وأما دلالة الإيماء والتنبيه فهو لا تكون إلا على علة الحكم خاصة وضابطها:

أن يذكر وصف مقترن بحكم في نص من نصوص الشرع على وجه لو لم يكن

ذلك الوصف علة لذلك الحكم لكانت الكلام معيياً"²⁰

"دلالت ایماء و تنبیہ بالکلیہ حکم کی علت سے متعلق ہے اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ نصوص شرع میں

کسی حکم سے متعلق وصف کو اس طرح ذکر کیا جائے کہ اگر اس وصف کو، جو نص میں موجود

ہے، حکم کی علت نہ مانا جائے تو کلام میں عیب واقع ہو جائے۔"

دلالت تنبیہ وایماء کی اقسام

دلالت تنبیہ وایماء کی درج ذیل چار اقسام ہیں:

فاء کے ذریعے حکم کو علت پر معلق کر دینا، اس انداز میں کہ فاء علت پر داخل ہو اور حکم اس سے پہلے موجود ہو،

جیسا کہ یہ بات آپ ﷺ کے فرمان میں موجود ہے، جو آپ ﷺ نے اس حاجی کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا

جس کو اس کی اونٹنی نے گرا کر مار ڈالا تھا۔ فرمایا:

((كَفَّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ... فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَلِيَّ))²¹

"اس کو انہی دو (احرام والے) کپڑوں میں کفن دے دو... کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس حال

میں اٹھائیں گے کہ یہ تلبیہ پڑھ رہا ہو گا۔"

¹⁹ الزركشي، بدر الدين محمد بن بهادر، البحر المحيط في أصول الفقه، (بيروت: دار الكتب العربية، 2006ء)، 4: 178۔

²⁰ الشنقيطي، محمد أمين بن المختار، مذكرة أصول الفقه على روضة الناظر للعلامة ابن قدامة، (المكة المكرمة: المكتبة الشاملة): 222۔

²¹ أبو داود، سلمان بن الأشعث، سنن أبي داود، كتاب الإيمان، باب كيف يصنع بالمحرم إذا مات، (الرياض: مكتبة دار السلام للنشر والتوزيع، الطبعة الثالثة، 2000ء)، رقم: 3338۔

یا پھر فاء حکم پر داخل ہو اور علت اس سے پہلے موجود ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾²²

”چوری کرنے والے مرد و عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔“

حکم کا وصف پر شرط اور جزا کے صیغے کے ذریعے مرتب ہونا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرامین ہیں:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا﴾²³

”جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ بنا دیں گے۔“

شمارع کسی حادثہ کے بعد جس کے بارے میں سوال کیا جائے۔ اس پر کوئی حکم لگا دے جیسا کہ آپ ﷺ نے دیہاتی سے کہا: ((أَغْنِي رَقَبَةً))²⁴ ”ایک غلام آزاد کرو۔“

تو یہ اس کے اس سوال کا جواب تھا کہ وہ رمضان کے مہینے میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا ہے۔ پس اس میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کفارہ واجب ہونے کی علت ہے۔ حکم کے ساتھ کسی ایسی چیز کو ذکر کرنا کہ اگر اس کے ذریعے تعلیل بیان نہ کی جاتی ہو تو اسے کا ذکر کرنا بے فائدہ ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

1- یہ کہ سائل کسی واقعہ سے متعلق کسی امر کے بارے میں دریافت کرے اور اس کے بعد اس کا حکم ذکر کرے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے بدلے بیع کرنے کا حکم پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَيَنْقُصُ الرُّطْبُ إِذَا يَبَسَ؟)) ”کیا تازہ کھجوریں جب خشک ہو جاتی ہیں تو کم ہو جاتی ہیں؟“

جواب دیا گیا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس کی تجارت کرنا صحیح نہیں۔²⁵

پس اگر خشک ہو کر تازہ کھجوروں کا حکم ہونا ممانعت کی علت نہ ہوتا تو اس کے بارے میں سوال کرنا بے کار

²² سورة المائدة، 5: 38۔

²³ سورة الطلاق، 65: 2۔

²⁴ البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب التبسم والضحك، (الرياض: دار السلام للنشر والتوزيع، الطبعة الثالثة، 2000ء)، رقم: 6087۔

²⁵ سنن أبي داود، كتاب البيوع، باب التمر في التمر، رقم: 3359۔

ہوتا۔

2۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی سوال کے جواب میں اس کی مثال کی طرف متوجہ کیا جائے جیسا کہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب خثعم قبیلہ کی عورت نے والدین کی طرف سے حج کرنے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہارے والد پر کوئی قرض ہو تا اور تم اسے ادا کر دیتیں تو کیا تیری ادائیگی اسے فائدہ پہنچاتی؟ اس نے کہا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَدَيْنُ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى))²⁶

”تو اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔“

تو اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہاں پر قرض ہی علت تھا۔²⁷ بعض دیگر شافعی اصولیین ایماء کی ایک دوسرے اعتبار سے چھ اقسام بیان کرتے ہیں، جو کہ علت سے متعلقہ ہیں:

- 1۔ حکم کا ترتیب فاء کے ذریعے علت پر ہو گا۔
- 2۔ واقعہ کے ذکر کے بعد حکم کا ذکر ہو گا۔
- 3۔ حکم کا وصف سے اقتزان ہو گا۔
- 4۔ شارع ایسے دوامروں کے مابین تفریق کرتا ہے کہ جن میں صفت کے ذریعے حکم لگایا گیا ہے۔
- 5۔ ایسی چیز کا دوران کلام ذکر کرنا جو خود بخود بتائے کہ اس حکم کی یہ علت ہے۔
- 6۔ شارع خود وصف مناسب کو حکم کے ساتھ ذکر کر دے۔²⁸

مفہوم موافق

از روئے لغت: ”مفہوم“ ”فہم“ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔²⁹

اور اصطلاحی اعتبار سے اس کی تعریف یہ ہے: ”ما دل علیہ اللفظ لا في محل النطق“³⁰ لفظ کی اپنے ایسے

²⁶ صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من مات و علیہ الصوم، رقم: 1953۔

²⁷ ابن النجار، محمد بن أحمد، شرح الكوكب المنير في أصول الفقه، (مكة المكرمة: جامعة أم القرى، 2003ء)، 4: 128۔

²⁸ ابن حاجب، جمال الدين، أبو عمرو عثمان بن عمر المالكي، مختصر منتهي السؤل والأمل في علي الأصول والجدل، (مصر: مطبعة السعادة، 1326هـ): 151-152۔

²⁹ الجرجاني، علي بن محمد بن علي، التعريفات، (بيروت: دار الكتب العربي، بيروت، 1405هـ): 90۔

³⁰ زين الدين زكريا بن محمد بن أحمد زكريا، شيخ الإسلام، غاية الوصول شرح لب الأصول، (مصر: مصطفى البابي الحلبي، 1360هـ): 37۔

معنی پر دلالت جس کا تعلق اس کے نطق سے نہ ہو۔“

شافعی اصولیوں کے ہاں مفہوم کی دو قسمیں ہیں: 1- مفہوم موافق 2- مفہوم مخالف

1- مفہوم موافق

اس کے بارے میں علامہ آمدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ما یکون مدلول اللفظ في محل السكوت موافقا لمدلوله في محل النطق“³¹

”لفظ کا مدلول محل سکوت اور محل منطوق دونوں جگہوں پر موافق ہو۔“

علمائے احناف مفہوم موافق کو دلالت النص کا نام دیتے ہیں۔ ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوی لکھتے ہیں:

”دلالت النص اپنے معنی پر لفظ کی ایسی دلالت کو کہتے ہیں کہ جس سے اس حکم کی علت معلوم ہو جائے جو نص میں بیان کیا گیا ہے اور جو نص سے مقصود ہے۔ اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ منصوص حکم کا اطلاق کسی ایسے دوسرے واقعہ پر بھی ہوتا ہے جو اس نص میں مذکور نہیں ہے لیکن وہ واقعہ نص میں موجود حکم کی علت میں اس کے مساوی یا اس سے زیادہ شریک ہے۔“³²

مفہوم موافق کی اقسام

اس کی دو قسمیں ہیں: 1- فحوی الخطاب 2- لحن الخطاب

1- فحوی الخطاب

شیخ سلیمان الأشقر رحمہ اللہ (متوفی 1433ھ) اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

”هي أن يفهم من اللفظ حكم شيء آخر لم يذكر في اللفظ أولى من المذكور بالحكم“³³

”یعنی عبارت سے ایسا حکم سمجھ میں آجائے جو لفظوں میں موجود نہ ہو اور یہ مذکور حکم سے اولیٰ ہو۔“

³¹ الإحكام للأمدى، 2: 210.

³² علم اصول فقه ایک تعارف، 2: 307.

³³ الأشقر، عمر سليمان، الدكتور، الواضح في أصول الفقه للمبتدعين، (الكويت: الدار السلفية، الطبعة الأولى، 1976ء): 121.

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقْلُ لَّهُمَا أُفٌّ وَلَا تَنْهَرُهُمَا﴾³⁴

”اگر تمہارے پاس ان (والدین) میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ ہو۔“
آیت میں مذکور حکم والدین کو ’اف‘ نہ کہنا ہے، لیکن اس سے ان کو مارنے اور گالی دینے سے روکنے کا حکم بھی نکل رہا ہے، جس کی حرمت یقیناً ’اف‘ کہنے سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کو قیاس اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

2- لحن الخطاب

صاحب المہذب فرماتے ہیں:

”ما كان المسكوت عنه مساويا للمنطوق به“³⁵

”یعنی لحن الخطاب یہ ہے کہ مسکوت عنہ حکم مذکور کے برابر (مساوی) ہو۔“

مفہوم موافق کی مثالیں

1- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلُونَ

سَعِيرًا﴾³⁶

”بلاشبہ جو لوگ بلا کسی حق شرعی کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عن قریب دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔“

اس آیت کے مطابق یتیموں کا مال کھانا حرام ہے اور مفہوم موافق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کا مال جلانا، ادھر ادھر بکھیرنا اور پھینکنا یا کسی طریقے سے بھی تباہ و برباد کرنا حرام ہے کیونکہ یہ سارے کام بھی ظلم سے مال کھانے کے مترادف ہیں۔ اس میں مشترک علت یتیم کے مال پر زیادتی ہے۔ اس مثال میں جس واقعہ کا تذکرہ نہیں ہے وہ علت حکم میں مذکور حکم کے مساوی ہے۔

³⁴ سورة لیسراء، 17: 23-

³⁵ النملة، عبد الکریم بن علی بن محمد، دکتور المہذب فی أصول الفقه المقارن، (الریاض: مکتبة الرشد، الطبعة الثالثة، 2004ء)، 4: 1756-

³⁶ سورة النساء، 4: 10-

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ اپنی بیوی کو نہیں مارے گا، پھر وہ اس کے بال کھینچے یا دانت سے اسے کاٹے تو وہ حادث ہو گا کیونکہ اگرچہ اس نے بیوی کو مارنے کی قسم کھائی ہے، لیکن مارنا، بال کھینچنے یا دانت سے کاٹنے کی سب صورتوں میں اذیت کا پہلو پایا جاتا ہے۔ لیکن اگر بال کھینچنا یا دانت کا ٹٹا الفت سے ہو تو پھر وہ حادث نہیں ہو گا کیونکہ اس میں اذیت کا پہلو نہیں پایا جاتا۔

2۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾³⁷

”اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روک رکھیں۔“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقہ عورت پر عدت واجب ہے تاکہ عورت کے رحم کے خالی ہونے کا یقین ہو جائے۔ مفہوم موافق سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ یہی علت اس عورت میں بھی پائی جاتی ہے جس کا نکاح کسی اور وجہ سے فسخ ہو جائے، مثلاً مرتد ہونے کی صورت میں نکاح فسخ ہو جائے، تو ایسی عورت کی عدت بھی تین حیض ہو گی۔ یہاں مسکوت عنہ اس حکم کی علت کے مساوی ہے جو آیت میں مذکور ہے لہذا دونوں کا حکم ایک ہو گا۔

مفہوم مخالف

ڈاکٹر عبدالکریم زید ان لکھتے ہیں:

"دلالة اللفظ على ثبوت نقيض حكم المنطوق للمسكوت عنه، أي أن يكون

المسكوت عنه مخالفاً للمنطوق به في الحكم، فهذا يسمى مفهوماً المخالفاً"³⁸

”اگر کوئی لفظ اس واقعہ کے بارے میں جو کلام میں مذکور نہیں ہے، ایسے حکم کو بتلائے جو اس کلمہ کی

نقیض ہو، جو کلام میں مذکور ہو اس کو مفہوم المخالفہ کہتے ہیں۔“

مفہوم مخالف کی اقسام

علمائے اصول نے مفہوم مخالف کی متعدد اقسام کا تذکرہ کیا ہے۔ ہم ان میں سے پانچ اقسام کا ذکر کر رہے ہیں:

1- مفہوم صفت 2- مفہوم شرط 3- مفہوم غایت

4- مفہوم عدد 5- مفہوم لقب

³⁷ سورة البقرة، 2: 228۔

³⁸ الوجيز في أصول الفقه: 290۔

1- مفہوم صفت

امام زرکشی رحمہ اللہ ”مفہوم صفت“ کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

”تعليق الحكم على الذات بأحد الأوصاف“³⁹

”ذات پر حکم کو کسی ایک وصف کے ساتھ معلق کر دینا۔“

یعنی اگر منطوق میں قید کسی وصف کی ہے تو منطوق کا حکم ثابت مانا جائے اور اگر اس سے اس وصف کی قید ہٹ جائے تو اس کے حکم کو اس کے برعکس سمجھا جائے۔

مثالیں

1- قرآن کریم میں ہے:

﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا﴾⁴⁰

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا

کرو۔“

اس آیت کے بموجب فاسق کی خبر کی تحقیق کرنا ضروری ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر عادل شخص خبر لائے تو تفتیش کرنا واجب نہیں ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ حَلَّالِ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾⁴¹

”اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں جو تمہاری صلب سے ہوں۔“

اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو لڑکے تمہارے صلب سے نہ ہوں، ان کی بیویاں تمہارے لیے حلال ہیں۔

2- مفہوم شرط

مفہوم شرط کی تعریف یہ ہے:

³⁹ البحر المحيط في أصول الفقه، 3: 113۔

⁴⁰ سورة الحجرات، 49: 6۔

⁴¹ سورة النساء، 4: 23۔

"ما يتوقف عليه المشروط ولا يكون داخلا في المشروط ولا مؤثرا فيه" ⁴²

"مفہوم شرط وہ ہے جس پر مشروط موقوف تو ہوتا ہے لیکن شرط نہ مشروط میں داخل ہوتی ہے اور

نہ ہی اس میں مؤثر ہوتی ہے۔"

یعنی جب حکم کو کسی شرط سے معلق کیا گیا ہے تو اسے ویسا مانا جائے جیسا وہ ہے اور جب وہ شرط نہ رہے تو اسے

اس کے برعکس مانا جائے۔

مثالیں

1۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ⁴³

"اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک ان کا حمل وضع نہ ہو

جائے۔"

یہ آیت اس حکم پر دلالت کرتی ہے کہ مطلقہ اگر حاملہ ہو تو دوران عدت اس کا نان نفقہ شوہر پر واجب ہے۔

اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر مطلقہ حاملہ نہ ہو تو اس کے لئے کوئی نان نفقہ نہیں ہے۔

2۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأْتُوا النِّسَاءَ صِدْقَتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ

هَذِيحًا مَرِيئًا﴾ ⁴⁴

"اور عورتوں کے مہر خوشدلی کے ساتھ ادا کرو، ہاں اگر وہ خوشدلی کے ساتھ اس مہر میں سے کچھ تم

کو چھوڑ دیں تو اس کو تم مزے سے کھا سکتے ہو۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر بیوی اپنی رضامندی سے مہر میں سے کچھ دے تو شوہر لے سکتا ہے۔ اور اس کا

مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر بیوی رضامند نہ ہو تو بیوی کے مہر میں سے کچھ لینا شوہر پر حرام ہے۔

⁴² إرشاد الفحول، 2: 607۔

⁴³ سورة الطلاق، 6: 65۔

⁴⁴ سورة النساء، 4: 4۔

3۔ مفہوم غایت

مفہوم غایت سے مراد ہے:

"دلالة النص الذي قيد الحكم فيه بغاية على انتفاء الحكم بعد هذه الغاية"⁴⁵

”مفہوم غایت وہ ہے جس میں حکم کو غایت کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے اور غایت کے عدم وجود کی

صورت میں حکم کا انتفاء ہو جاتا ہے۔“

مطلب یہ کہ منطوق میں حکم کو اسی حد تک مانا جائے کہ جس کی اس میں قید لگائی گئی ہے اور جب وہ غایت نہ

رہے تو وہ حکم بھی برعکس ہو جائے۔

مثالیں

1۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ

إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾⁴⁶

”تمہیں چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک

دھولیا کرو۔“

اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وضو میں غایت یعنی کہنیوں کے بعد والے جسم کے حصے اور ٹخنوں سے اوپر والے

جسم کے حصے کو دھونا واجب نہیں ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا

جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا﴾⁴⁷

”پھر اگر دو طلاقوں کے بعد شوہر اس کو تیسری طلاق بھی دے دے تو وہ عورت تیسری طلاق کے

⁴⁵ زكي الدين شعبان، أصول الفقه الإسلامي، (الرياض: مؤسسة علي الصباح، الرياض، 1408هـ): 381۔

⁴⁶ سورة المائدة، 5: 6۔

⁴⁷ سورة البقرة، 2: 230۔

بعد اس شخص کے لئے حلال نہ ہوگی، تاوقتیکہ وہ اس شخص کے سوا دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس عورت کو تین طلاقیں مل جائیں وہ اس شخص کے لئے حلال نہ رہے گی جب تک کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور وہ اس کو طلاق دے دے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اس نیت کے بعد وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی۔ یعنی جب اس کا دوسرا خاوند اس کو طلاق دے دے اور اس سے علیحدگی ہو جائے تو وہ اپنے پہلے خاوند سے شادی کر سکتی ہے۔

4۔ مفہوم عدد

مفہوم عدد سے متعلق زکی شعبان لکھتے ہیں:

"هو دلالة النص الذي قيد الحكم فيه بعدد معين على انتفائه عما عداه"⁴⁸

”نص کا حکم کسی معین عدد سے مقید ہو، اگر وہ عدد نہ ہو تو حکم بھی نہ پایا جائے۔“

مطلب یہ ہے کہ منطوق میں اگر کسی حکم پر قید رکھی گئی ہے تو اسے ویسا مانا جائے جیسا وہ ہے اور جب اس میں وہ تعداد نہ پائی جائے تو اس کے برعکس مانا جائے۔

مثالیں

1۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾⁴⁹

”زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔“

اس آیت میں غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کی حد سو کوڑے بیان ہوئی ہے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ حد زنا میں سو سے کم یا زیادہ کوڑے مارنا جائز نہیں ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَزُمُونَ الْمِحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِآبَاتٍ لِّبَعْتِهِنَّ فَاَجْلِدُوهُنَّ مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾

⁴⁸ أصول الفقه للزكي شعبان: 382۔

⁴⁹ سورة النور، 24: 2۔

جَلْدَةٌ ﴿٥٠﴾

”اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ان کو اسی کوڑے مارو۔“

مذکورہ آیت میں قذف کی حد اسی کوڑے بیان ہوئی ہے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ حد قذف میں اسی سے کم یا زیادہ کوڑے مارنا جائز نہیں ہے۔

5- مفہوم لقب

امام شوکانی رحمہ اللہ مفہوم لقب کی تعریف میں رقمطراز ہیں:

”هو تعليق الحكم بالاسم العلم ... أو اسم النوع“⁵¹

”حکم کا اسم علم یا اسم نوع کے ساتھ معلق ہونا مفہوم لقب کہلاتا ہے۔“

یعنی منطوق میں حکم اگر کسی جنس یا نوع کے ساتھ خاص ہو تو اسے ویسا ہی مانا جائے جیسا وہ ہے۔ اور جب وہ اس جنس یا نوع کے ساتھ خاص نہ ہو تو اسے اس کے برعکس مانا جائے۔

مثالیں

1- علم کی مثال کے حوالے سے قرآن میں یوں ارشادِ ربانی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾⁵²

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔“

اس آیت میں ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ اسم علم ہے اور اس آیت کا حکم یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اللہ کا رسول نہیں ہے یا یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ”محمد“ نامی کوئی شخص اللہ کا رسول نہیں ہے۔

2- جنس کی مثال کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

⁵⁰ سورة النور، 24: 4-

⁵¹ إرشاد الفحول، 2: 610-

⁵² سورة الفتح، 48: 29-

”((الزكاة في البر))⁵³ ”گیہوں میں زکوٰۃ ہے۔“

یہاں ”البر“ اسم جنس ہے۔ اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ گیہوں کے علاوہ دوسری اجناس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ جمہور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مفہوم لقب میں مفہوم مخالف پر عمل جائز نہیں۔ گویا مفہوم مخالف کی یہ قسم تمام اصولیین بشمول حنفی علما حجت نہیں ہے۔⁵⁴

مفہوم مخالف پر عمل کی شرائط

مفہوم مخالف کی تمام قسمیں منطوق کے حکم کی نفیض بتاتی ہیں اور جو چیزیں مذکور نہیں ہیں ان کا حکم ثابت کرتی ہے، خواہ منطوق کا حکم مثبت ہو یا منفی۔ جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس پر عمل کی شرط ہے کہ جس قید کے ساتھ اس حکم کو مقید کیا گیا ہے، اس کا کوئی دوسرا فائدہ نہ ہو، سوائے اس کے کہ منطوق میں جن چیزوں کا حکم بیان کیا گیا ہے، اس کی مسکوت سے نفی ہوتی ہو۔ پس جب وہ قید موجود نہ ہو تو حکم بھی موجود نہ ہو۔ اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا فائدہ ہو تو مفہوم مخالف حجت نہیں ہے اور اس پر عمل بھی مناسب نہیں ہے کہ یہ قید اکثری ہے یعنی یہ قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ لوگوں میں عام طور پر ایسا ہوتا ہے یا رواج ہے۔ چنانچہ اگر قید احترازی نہ ہو تو مفہوم مخالف بالاتفاق حجت نہیں۔ اسی طرح اگر قید کا مقصد تکثیر اور مبالغہ ہو تو اس وقت بھی اس کے مفہوم پر عمل نہیں ہوگا۔⁵⁵ امام شوکانی رحمہ اللہ نے مفہوم مخالف پر عمل کرنے کے لیے آٹھ شرائط کا ذکر کیا ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مفہوم مخالف پر عمل کی شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ لگی قید کو اتفاقی کے بجائے احترازی ہونا چاہیے۔⁵⁶

دلالت معقول

’دلالت معقول‘ سے مراد یہ ہے کہ کوئی لفظ اپنے معنی یعنی علت سے جو اس سے نکالی گئی ہو، کسی حکم پر دلالت کرے۔ اس میں مصلحت سے استدلال بھی داخل ہے، خواہ شریعت اس مصلحت کی نوع کی تاکید کرتی ہو کہ جس کو

⁵³ ابن أبي شيبة عبد الله بن محمد، مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، باب في كل شيء أخرجت الأرض زكاة، (حيدرآباد دکن: دائرة المعارف العثمانية، 1967ء)، رقم: 10027۔

⁵⁴ الإحكام للأمدى، 3: 93؛ تسهيل الوصول إلى علم الأصول: 107۔

⁵⁵ جامع الاصول اردو ترجمہ الوجيز في أصول الفقه: 553-555۔

⁵⁶ إرشاد الفحول، 1: 600۔

قیاس کہتے ہیں یا جنس کی تائید کرتی ہو کہ جس کو ”مصلحت مرسلہ“ کہتے ہیں۔

استحسان اور سد ذرائع بھی اس قبیل سے ہیں، جیسے قرآن مجید کی آیت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾⁵⁷ سے شراب کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔ یہ حرمت آیت کے الفاظ بتلاتے ہیں، لیکن آیت میں جو علت سمجھ میں آتی ہے یعنی نشہ اس سے نبیذ اور دوسری تمام نشہ آور اشیاء کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔

یہ دالالت قیاس کے باب میں داخل ہے کیونکہ ہر قیاس ایسی مصلحت ہے کہ جس کی نوع کی تائید شرع کرتی ہے۔ نبیذ کی حرمت اور اس کے پینے والے کو سزا دینا انسانی عقل اور اس کے ہوش و حواس کی حفاظت کے لئے ہے۔ اور انسانی عقل کی حفاظت کی تائید ایک معین نص سے ہوتی ہے، جو حرمت شراب کے بارے میں وارد ہوئی ہے، یعنی شارع انسانی عقل کی حفاظت چاہتا ہے۔ نبیذ پینے کی ممانعت میں جو مصلحت ہے، شراب پینے کی ممانعت بھی اسی نوع سے تعلق رکھتی ہے یعنی ان دونوں کی ممانعت کا مقصد حفاظت عقل ہے۔⁵⁸

دالالت کی اقسام اور امام بخاری رحمہ اللہ

ذیل میں دالالت کی ان تمام قسموں سے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی 256ھ) کے نقطہ نظر کو مختلف نکات کی صورت میں صحیح بخاری کے ابواب اور احادیث کی روشنی میں اجاگر کیا جا رہا ہے۔

1۔ منطوق کی دالالت مفہوم کی دالالت پر مقدم ہوتی ہے

"كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها..."

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کے تحت چار احادیث لائے ہیں اور ان چار حدیثوں کے مجموعی مفہوم سے ایک خاص مسئلہ کی طرف اشارہ فرمانا چاہتے ہیں۔ وہ مسئلہ یہ ہے: ((لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب)) اس باب میں امام صاحب لفظ "صلاة" کے مجازی معنی سے یہ مسئلہ نکال رہے ہیں کہ چونکہ ایک رکعت کو بھی صلاة کہا جاتا ہے تو خود بخود مفہوم واضح ہو گا کہ سورۃ فاتحہ نماز کی ہر رکعت میں واجب ہے۔ اصل میں اس کے پس منظر میں امام صاحب کی وہ معلومات ہیں جو ان کے ذہن میں تھیں۔ اس پر آپ نے مستقل تصنیف بھی فرمائی ہے، جو ان کے تبحر علمی

⁵⁷ سورة الأنعام، 6: 90۔

⁵⁸ جامع الاصول: 582-583۔

کی دلیل ہے۔ امام صاحب کے سامنے اس مسئلہ سے متعلقہ تمام تراحدیث کے متون اور اسناد بالکل واضح تھے، جن میں سے ایک وہ اسی باب میں لے کر آئے ہیں کہ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں: "وافعل ذلك في صلاتك كلها" لیکن اس سے بھی زیادہ صریح وہ روایت ہے کہ جس کے الفاظ ہیں: "ثم افعل ذلك في كل ركعة"

امام صاحب کا باب کے الفاظ سے استدلال صریح دلیل سے نہیں بلکہ مفہوم سے ہے، کیونکہ صریح احادیث صحیح بخاری کی شرط پر پورا نہیں اترتی تھیں، لیکن ان روایات کا وجود بھی تھا اور امام صاحب کے علم میں بھی تھیں، اسی لیے انہوں نے یہ انداز اختیار فرمایا کہ منطوق کے بجائے مفہوم سے مسئلہ اخذ کر لیا جائے اور ساتھ ساتھ ضمنی طور پر یہ اشارہ بھی کر دیا جائے کہ بلاشبہ مسئلہ مفہوم سے اخذ کیا جا رہا ہے، مگر منطوق مفہوم سے مقدم ہوتا ہے۔⁵⁹

2۔ جمہور کے نزدیک 'مفہوم' لفظ کے لوازم میں سے ہوتا ہے

"كتاب العمل في الصلاة، باب ما يجوز من التسبيح والحمد في الصلاة للرجال"

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں امام کے بھول جانے کی صورت میں تسبیح اور تحمید کے لیے 'رجال' کی قید لگائی ہے، کیونکہ اس کے بعد ایک دوسرا باب بھی لارہے ہیں، جس میں 'تصفیق' (ہلکے انداز کی تالی بجانا) کے لیے 'نساء' کی قید ہے۔ امام صاحب نے ان دو ابواب میں "رجال" اور "نساء" کی قید الگ سے اس لیے لگائی تاکہ مفہوم کی تعیین کی جاسکے، کیونکہ اگر یہ قید نہ لگائی جائے تو تسبیح اور تصفیق کا حکم مردوں اور عورتوں کے لیے ثابت ہو جاتا جو کہ شریعت کی منشا کے خلاف ہے۔ اصل میں اس انداز سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں: "لا تسبيح إلا للرجال ولا تصفيق إلا للنساء" اس لیے کہ مفہوم لفظ کے لوازم میں سے ہوتا ہے، کوئی اجنبی چیز نہیں ہوتا۔⁶⁰

3۔ مفہوم موافق مفہوم مخالف سے قوی ہوتا ہے

"كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾"

امام بخاری رحمہ اللہ مذکورہ ترجمہ الباب سے معتزلہ کا رد فرما رہے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ اصل میں معتزلہ اس آیت کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت میں 'ما' موصولہ

⁵⁹ صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها...، رقم: 757۔

⁶⁰ صحیح البخاری، کتاب العمل في الصلاة، باب ما يجوز من التسبيح والحمد في الصلاة...، رقم: 1201۔

ہے، امام بخاری کے نزدیک اس آیت کے مفہوم کو حقیقت پر محمول کیا جائے گا اور مجازی معنی مراد نہیں لیے جائیں گے جبکہ آیت ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَاَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ میں "ما" موصولہ نہیں بلکہ "ما" مصدریہ ہے۔ اصل میں اس آیت کا مفہوم موافق لیا جائے تو حقیقی معنی اخذ ہوتا ہے، اگر مفہوم مخالف لیا جائے تو مجازی معنی حاصل ہوں گے اور یہ معانی اہل سنت والجماعت اور امام بخاری رحمہ اللہ کے موقف کے صریح خلاف ہیں۔ یہاں 'مفہوم موافق' سے مراد اس کی تینوں قسموں میں سے قوی ترین قسم ہے، جن کا تذکرہ پیچھے 'مفہوم' کی بحث میں گذر چکا ہے۔⁶¹

4- مفہوم کے حجت ہونے کے لیے ضروری ہے کہ 'منطوق' کے معارض نہ ہو

"كتاب الحج، باب من أذن و أقام لكل واحدة منهما"

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب سے ایک خاص اصول کی طرف رہنمائی فرما رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ 'مفہوم' صرف اس صورت میں حجت ہے جبکہ وہ 'منطوق' کے معارض نہ ہو۔ بعض لوگ عبد اللہ بن مسعود کی حدیث سے یہ مسئلہ نکالتے ہیں کہ عرفہ کے علاوہ کسی اور دن نمازیں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ ابن مسعود کی حدیث میں ہے کہ میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو صرف دو نمازیں جمع کرتے دیکھا ہے، لیکن دوسری طرف حضرت ابن مسعود کے موقف کے مخالف کئی احادیث ایسی موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے کئی مواقع پر نمازیں جمع فرمائی ہیں۔

ابن مسعود کی حدیث کے حوالے سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث میں نمازیں جمع کرنے کے عدم جواز کا مسئلہ 'منطوق' نہیں بلکہ 'مفہوم' ہے۔ دوسرا یہ کہ اصولاً اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ تیسرا یہ کہ دو نمازوں کا جمع کرنا ایک ٹھوس اور اٹل حقیقت ہے جو کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ اور جس اصول کی روشنی میں نمازیں جمع کرنے کا عدم جواز ثابت کیا جاتا ہے، اس اصول کو خود دعویٰ کرنے والے نہیں مانتے اور جو لوگ اس اصول کو مانتے ہیں ان کے ہاں شرط ہے کہ کوئی 'منطوق' اس کے معارض نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ ابن مسعود کی روایت کا مفہوم 'کئی احادیث کے 'منطوق' سے متضاد ہے۔ امام صاحب نے اسی اصول کو سامنے رکھ کر مذکورہ بالا باب منعقد فرمایا

⁶¹ صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: واللہ خلقکم و ما تعملون، رقم: 7555۔

ہے اور اس کے تحت ایسی حدیث لائے ہیں، جس کے مطالعہ کے بعد یہ اصول از خود ثابت ہو جاتا ہے۔⁶²

5۔ ”مفہوم مخالف“ سے استدلال کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مفہوم ”مفہوم موافق“ کے مخالف نہ ہو

"كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم : الدين النصيحة لله
ولرسوله "

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں دو احادیث لائے ہیں۔ دوسری حدیث کے اندر الفاظ کچھ اس طرح سے ہیں:

"عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللَّهِ وَحَدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَالْوَقَارَ، وَالسَّكِينَةَ، حَتَّى يَأْتِيَكُمْ أَمِيرٌ،
فَإِنَّمَا يَأْتِيَكُمْ الْآنَ." ⁶³

یہاں پر ”مفہوم غایت“ کے لیے حتیٰ آیا ہے اور بعض شرط کے ساتھ مفہوم غایت جو کہ مفہوم مخالف کی ایک قسم ہے، حجت ہوتا ہے۔ اور وہ شرط یہ ہے کہ مفہوم موافق اور مفہوم مخالف دونوں میں تعارض نہ ہو جیسا کہ بظاہر یہاں محسوس ہو رہا ہے کہ امیر کے آنے تک اللہ سے ڈرو اور سنجیدگی اور وقار اختیار کرو۔ یہاں یہ ”مفہوم مخالف“ مراد نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کا مطلب تو یہ بنتا ہے کہ امیر کے آنے کے بعد اللہ سے ڈرنے یا سنجیدگی یا اطمینان کی ضرورت نہیں۔ پس یہ ”مفہوم“ اس جگہ پر قابل حجت نہیں کیونکہ یہ ”مفہوم موافق“ کے ساتھ ٹکرا رہا ہے۔

6۔ مفہوم مخالف پر عمل کی شرائط میں سے ہے کہ منطوق کی قید ’اتفاقی‘ کے بجائے ’احترازی‘ ہو

"كتاب تقصير الصلاة، باب الصلاة بمئى"

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کے تحت تین احادیث لائے ہیں، جن میں حالت امن میں نماز قصر کا ذکر ہے۔ امام صاحب ان احادیث کو لا کر اس اصول کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ مفہوم مخالف کی قبولیت کے لیے جہاں دیگر شرط ضروری ہیں، وہاں ایک شرط یہ بھی ہے کہ منطوق مخرج غالب کے طور نہ لایا گیا ہو، کیونکہ حدیث کے

الفاظ ہیں: ((صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّنَ مَا كَانَ بِمِئَى رُكْعَتَيْنِ))⁶⁴

”نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حالت امن میں منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی۔“

قرآن کریم میں ہے: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنَّ

⁶² صحيح البخاري، كتاب الحج، باب من أذن و أقام لكل واحدة منهما، رقم: 1675۔

⁶³ صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي الدين النصيحة لله و لرسوله...، رقم: 58۔

⁶⁴ صحيح البخاري، كتاب تقصير الصلاة، باب الصلاة بمئى، رقم: 1083۔

خَفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا ﴿٦٥﴾

”اور جب تم لوگ سفر کے لیے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر نماز میں اختصار کر دو (خصوصاً) جبکہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ کا اسلوب یہ بتاتا ہے کہ وہ قرآن کی اس آیت کے ’مفہوم مخالف‘ کے قائل نہیں ہیں، کیونکہ حدیث رسول ﷺ میں واضح طور موجود ہے کہ امن کی حالت میں بھی قصر کی جاسکتی تھی اور صحابہ کرام، جن کے فہم کلام میں کوئی دورائے نہیں، بھی اس آیت کو مطلق لیتے تھے، کیونکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے قصر سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ ”یہ اللہ کا صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے۔“⁶⁵

7۔ جب تک پہلو متعین نہیں ہوگا ’مفہوم مخالف‘ پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

"کتاب مواقیب الصلاة، باب الصلوات الخمس کفارة"

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کے تحت جو حدیث لائے ہیں اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایک آدمی کے دروازے کے باہر نہر جاری ہو اور اس میں وہ روزانہ پانچ بار نہائے تو کیا اس کے جسم پر میل کچیل باقی رہے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال بھی یہی ہے، اللہ ان کے ساتھ گناہ مٹا دیتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر جو باب منعقد فرمایا ہے، اسے ہم غیر متعین کہہ سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ انھوں نے پانچ نمازیں پڑھنے سے کس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اس کی تعیین نہیں فرمائی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں پر مفہوم مخالف اخذ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ جب ’مفہوم مخالف‘ دو باہم مختلف چیزوں کے درمیان دائر ہو جائے تو اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں ’مفہوم مخالف‘ پر عمل کرنے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کا پہلو متعین ہو، جبکہ یہاں پر پہلو متعین نہیں ہے۔ لیکن یہ حتمی ہے کہ اس سے کم از کم ایسے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، جن پر اصرار نہ کیا جائے اور اگر صغیرہ گناہ اصرار کے ساتھ ہو یا بہت سارے صغائر اور کبار کٹھے ہوں تو ایسی صورت میں کسی بھی پہلو کو متعین کرنا ممکن نہیں ہے۔ امام صاحب کا اسلوب اسی قسم کی صورت حال کی

⁶⁵ سورة النساء، 4: 101۔

⁶⁶ صحیح البخاری، کتاب تقصیر الصلاة، باب الصلاة بمنی، رقم: 1082۔

طرف اشارہ کر رہا ہے۔⁶⁷

8۔ اگر منظوق کی 'قید' کی حالت ویسی ہو جیسی علت کی معلول کے ساتھ تو معتبر ہوگی، وگرنہ نہیں

"كتاب الزکوة، باب زکوة الغنم"

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کے تحت ایک طویل حدیث لائے ہیں، جس میں یہ لفظ ہیں:

"فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةً الرَّجُلِ ..."⁶⁸

جبکہ مؤطا امام مالک میں "وفي سائمة الغنم...." کے الفاظ ہیں۔ اگر باب اور ان الفاظ کو ملا کر دیکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ مفہوم مخالف لینے کی صورت میں نہ چرنے والی بکریوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ امام صاحب نے یہ اسلوب کیوں اختیار فرمایا؟ وہ اس لیے کہ خاص طور پر ایسے مسائل میں جہاں امام صاحب کے نزدیک ایک پہلو خاصا واضح ہوتا ہے وہاں پر وہ حدیث کے ساتھ اصول فقہ کو بھی بنیادی استدلال بناتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں پر بھی امام موصوف اپنی عادت کے مطابق اس اصول کو بیان فرمانا چاہتے ہیں کہ صفت 'سائمتہ' زکوٰۃ کے حکم کے لیے مناسب ہے، لہذا یہ مناسبت کسی طرح بھی علت معلول کی مناسبت سے کم نہیں، تو ایسی جگہ پر مفہوم مخالف معتبر ہوگا اور یہی امام صاحب کا مقصود تھا۔

9۔ 'مفہوم صفت' مفہوم مخالف کی قوی ترین صورت ہے

"كتاب الرقاق، باب ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ...﴾"⁶⁹

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کے تحت فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہو جانے کے بعد کافر کو اس کا اسلام کوئی فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی مومن کو اس کا عمل سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد فائدہ دے گا۔ اسی طرح ایمان اور عمل صالح حلق میں دم اٹکنے سے پہلے تک قابل قبول ہیں۔ یہ مفہوم یہاں 'مفہوم صفت' سے اخذ کیا گیا ہے، یعنی ایمان اور عمل صالح کے قابل قبول ہونے کی اس شرط کی بنیاد 'مفہوم صفت' ہے۔

10۔ 'مفہوم شرط' کو دلیل بنانے میں اختلاف ہے، لیکن اکثر اصولیین کے ہاں مفہوم شرط حجت ہے

⁶⁷ صحیح البخاری، کتاب مواقیب الصلاة، باب الصلوات الخمس كفاية، رقم: 528۔

⁶⁸ صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، رقم: 528۔

⁶⁹ صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب لا ينفع نفسا إيمانها لم تكن آمنت من قبل...، رقم: 6506۔

"كتاب الزكوة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء وترد في الفقراء حيث كان"

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کے تحت یہ حدیث لائے ہیں:

"... فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ حَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً"⁷⁰

اس حدیث سے بظاہر یہ سمجھ میں آ رہا ہے کہ اگر کفار اسلام قبول کر لیں تو نمازیں پڑھیں اور پھر زکوٰۃ کی ادائیگی کریں اور پھر بالترتیب دیگر احکامات پر عمل پیرا ہوں، لیکن حدیث کے ظاہر سے یہ مفہوم لینا درست نہیں ہے، کیونکہ 'مفہوم شرط' کو دلیل بنانا مختلف فیہ ہے اور یہ استدلال کمزور ہے، کیونکہ دعوت میں ترتیب، وجوب احکام میں ترتیب کو لازم نہیں، جیسا کہ صلوة اور زکوٰۃ میں وجوب کے اعتبار سے ترتیب نہیں ہے اور نماز کی عدم ادائیگی سے زکوٰۃ کا اسقاط لازم نہیں آتا۔ اگر حدیث کے اس اسلوب سے ترتیب مراد نہیں ہے تو پھر یہ اسلوب اختیار کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ سب لوگوں پر فرض نہیں ہوتی، اس کے لیے بعض شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور اس کی ادائیگی سال کے بعد فرض ہوتی ہے، جبکہ نماز ایک دن میں پانچ مرتبہ ادا کرنا فرض ہے۔ تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سب سے پہلے اہم ترین چیز کو بیان کیا اور اس کے بعد اس سے کم اہم چیز کا تذکرہ کیا گیا۔ اور اس کو الگ الگ بیان کرنے میں ایک سہولت یہ بھی ہے کہ اگر ایک ہی مرتبہ تمام چیزوں کا مطالبہ کر دیا جاتا تو نفور پیدا ہو سکتا تھا۔ واضح رہے کہ مفہوم شرط جمہور کے نزدیک حجت ہے۔⁷¹

11- 'مفہوم عدد' ضعیف ہوتا ہے، جبکہ منطوق میں اس کے معارض بات موجود ہو

"كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ ... ﴾"

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں پر اصولیین کے ایک اختلاف کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ 'مفہوم عدد' کی اصول فقہ میں کیا حیثیت ہے؟ انھوں نے ترجمۃ الباب میں سیدنا سلیمان کی بیویوں کی تعداد کے حوالے اپنا رجحان کسی طرف واضح نہیں کیا ہے، کیونکہ روایات میں ان کی تعداد کے بارے میں مختلف اعداد منقول ہیں۔ اس باب کے تحت وہ پانچ احادیث لائے ہیں، جن میں سے دو احادیث میں عدد کا ذکر موجود ہے۔ پہلی حدیث میں ہے:

⁷⁰ صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب أخذ الصدقة من الأغنياء وترد في الفقراء حيث كان، رقم: 1496۔

⁷¹ ابن حجر العسقلانی، أحمد بن علي، فتح الباری، (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1995ء)، 2: 350۔

"لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى سَبْعِينَ امْرَأَةً... قَالَ شُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِي الزِّنَادِ: تِسْعِينَ وَهَوَّ
أَصَحَّ"

دوسری حدیث میں لفظ ہیں: "قال أربعون" ⁷²

معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ 'مفہوم عدد' کو حجت مانتے ہیں، بشرطیکہ اس کا مفہوم موافق سے تعارض نہ ہو۔ واضح رہے بعض فقہاء مفہوم عدد کے قائل نہیں ہیں، لیکن اکثریت کے نزدیک 'مفہوم عدد' حجت ہے، ان شرائط کے ساتھ جو کہ مفہوم مخالف کے لیے ضروری ہیں۔ ⁷³

12۔ مفہوم عدد کی دلالت قطعی اور یقینی نہیں ہوتی، بلکہ احتمالی ہوتی ہے

"كتاب الجنائز، باب ثناء الناس علي الميت"

اس باب کے تحت حدیث کے الفاظ ہیں:

"اسود کہتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا تو وہاں پر وبا پھیلی ہوئی تھی۔ میں حضرت عمر کے پاس تھا کہ وہاں سے ایک جنازہ گزرا تو فوت شدہ کے متعلق اچھی بات کہی گئی۔ حضرت عمر نے کہا: واجب ہو گئی۔ ایک اور جنازہ گزرا تو اس کی بھی تعریف کی گئی تو حضرت عمر نے کہا: واجب ہو گئی۔ پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی مذمت کی گئی، تو حضرت عمر نے کہا: واجب ہو گئی۔ اسود نے پوچھا: یا امیر المؤمنین! کیا واجب ہو گیا؟ تو حضرت عمر نے فرمایا: میں نے ویسے ہی کہا ہے جیسے پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر چار لوگ کسی مسلمان کے اچھا ہونے کی گواہی دے دیں، تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرماتے ہیں۔ میں نے کہا: اگر تین بھی گواہی دے دیں پھر بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں نے کہا اگر دو گواہی دے دیں پھر بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو بھی۔ سیدنا عمر فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے ایک کے متعلق سوال نہیں کیا۔" ⁷⁴

اس حدیث میں مفہوم مخالف کے بجائے 'مفہوم موافق' کا اعتبار کیا گیا ہے، اگر یہاں مفہوم مخالف کو لیا جائے تو حدیث کا مفہوم بہت عجیب صورت اختیار کر لے گا۔ اگر چار لوگوں کی گواہی کا 'مفہوم مخالف' لیں تو مفہوم یہ بنتا

⁷² صحیح البخاری، کتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ووهبنا لداود سليمان...﴾، رقم: 3424۔

⁷³ فتح الباري، 14: 743۔

⁷⁴ صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الثناء الناس علي الميت، رقم: 1368۔

ہے کہ چار سے زیادہ کی گواہی میت کے جنت جانے میں مفید کے بجائے مضر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا مفہوم مخالف، مراد لینا عقلاً محال ہے۔ اسی بنا پر صحابہ نے بھی یہاں 'مفہوم مخالف' کے بجائے مفہوم موافق مراد لیا ہے۔ اسی لیے انہوں نے چار سے کم تین اور دو افراد کی گواہی سے متعلق دریافت کیا اور چار سے اوپر پانچ کا سوال نہیں کیا۔ ثابت ہوا کہ مفہوم عدد کی دلالت یقینی نہیں بلکہ احتمالی ہوتی ہے، اسی لیے صحابہ بار بار حضرت سے پوچھتے رہے۔

13۔ بسا اوقات مفہوم صفت اور مفہوم عدد صرف منطوق کی مسکوت سے مماثلت کا فائدہ دیتے ہیں

"كتاب التفسير، باب "لا تصلي علي أحد منهم مات أبدا ولا تقم علي قبره"

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ

اللَّهُ لَهُمْ﴾⁷⁵

جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ یہ آیت عبد اللہ بن ابی بن سلول سے متعلق نازل ہوئی۔ اس

کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: "میں ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کر لوں گا۔"

نبی کریم ﷺ کے فرمان سے واضح طور پر مبالغہ کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ کے مذکورہ قول کا جواب مشکل ہو گیا، کیونکہ ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرنے کا حکم وہی ہے جو ستر بار یا اس سے کم کرنے کا ہے۔ اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے صرف اس کے مخلص رشتہ داروں کی دلجوئی کے لیے ایسا کیا، جبکہ ایسا قطعاً نہیں تھا کہ اگر آپ ﷺ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار فرمائیں گے تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ اسی طرح اس باب کے تحت آنے والی دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ "اگر مجھے پتہ ہو کہ میں ستر سے زیادہ بار استغفار کروں گا تو اس کی بخشش کر دی جائے گی تو میں ستر سے زیادہ مرتبہ بھی استغفار کروں۔"⁷⁶

14۔ مفہوم مخالف کی قسم 'مفہوم لقب' سے استدلال جائز نہیں

"كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك"

اس باب کے تحت آنے والی حدیث کعب بن مالک کے جنگ تبوک سے متعلق ایک واقعہ پر مشتمل ہے، جس

میں یہ ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے تین صحابہ کرام پیش ہوئے۔ ان میں سے جب کعب آپ ﷺ کے سامنے

⁷⁵ سورة التوبة، 9: 80-

⁷⁶ صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب لا تصلي علي أحد منهم مات أبدا...، رقم: 4672-

پیش ہوئے اور آپ ﷺ نے جنگ میں شریک نہ ہونے کی وجہ دریافت فرمائی تو انھوں نے کسی بہانہ کے بجائے سچ سچ بات بیان کر دی کہ جس کے جواب میں نبی ﷺ نے فرمایا: "أما هذا فقد صدق...."⁷⁷

امام بخاری رحمہ اللہ ان الفاظ سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بسا اوقات مفہوم لقب حجت ہوتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اسکے ساتھ قرینہ ملا ہوا ہو، کیونکہ آپ ﷺ کے الفاظ سے بظاہر یہ محسوس ہو رہا ہے کہ کعب کے علاوہ باقیوں نے جھوٹ بولا تھا، لیکن حقیقتاً ایسا نہیں تھا۔ اس میں اس قدر عموم نہیں ہے کہ کعب کے علاوہ ہر ایک کو مراد لے لیا جائے، کیونکہ دوسرے دونوں صحابہ یعنی مرارہ رضی اللہ عنہ اور ہلال رضی اللہ عنہ بھی سچے تھے۔

⁷⁷ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک، رقم: 4418۔